رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۰۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانیوالا اکیلا اخبار

یہدی اللہ لنورہ من یشاء

نور

جلد ۱۸ — نمبر ۱۹

KHILAFAT LIBRARY

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے (۳ؠ)
" ششماہی " ایکروپیہ بارہ آنہ (۱۲؍)
" سالانہ سرپرستوں سے دس روپیہ (۱۰ؠ)
" " امراء سے پانچ روپیہ (۵ؠ)
" ممالک غیر سے ۸ شلنگ

مقاصد

۱۔ اسلام کی خوبیا[ں] ...
اور دیگر مذاہب پر ...
۲۔ سکھوں اور آریو[ں] ...
کے اہم فرائض کو ...
۳۔ دیگر مذاہب ...
صحیح جواب دینا ...
۴۔ راعی اور رعا[یا] ...

معذوری

۴ جولائی سے ہی میری طبیعت کچھ ناساز سی ہو رہی تھی گر میں حسب عادت بدستور کام کرتا رہا۔ دو تین روز اسی گڑبڑ کی حالت میں گذر گئے آخر چوتھے روز مجھے مجبوراً کرسی چھوڑ کر چارپائی کی پناہ لینی پڑی تمام بدن میں شدید درد اور جوڑوں کی ہر ایک جگہ تو درد کا مرکز بن رہی تھی اور ساتھ ہی شدید بخار پہلے حکیم صاحب کی یہ تشخیص تھی کہ ملیریا ہے۔ مگر مجھے اتفاق نہیں تھا کیونکہ کیونکہ ملیریا بخار میں میں نے کبھی یہ جلن۔ درد اور اضطراب محسوس نہیں کیا۔ آخر بارہ بجے میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے تمام جسم پر چھوٹے چھوٹے دانے نمودار ہو رہے ہیں۔ اور بخار تیز ہو رہا ہے۔ طبیب نے یہ حال دیکھکر کہا کہ یہ توری کی (از قسم چیچک) ہے۔ جس نے تین راتیں اور تین دن سخت مضطرب اور پریشان رکھا۔ اس کے بعد کچھ تخفیف معلوم ہوئی۔ اس اثنا میں نہ تو میں کسی دوست کے خط کا ہی جواب دے سکا۔ اور نہ ایک حرف اخبار کے لئے ہی لکھ سکا۔ آج ۱۵ جولائی کو جبکہ بخار اتر چکا ہے۔ مگر کمزوری کی یہ حالت ہے کہ سر چکرا رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے ہیں۔ یہ چند سطور بصد مشکل لکھ رہا ہوں۔ پہلے خیال تھا۔ کہ ۲۰ جولائی کا پرچہ شایع نہ کیا جائے۔ مگر پھر طبیعت نے یہ ناغہ گوارا نہ کیا۔ جیسا بھی ہو اچھا برا دوستوں کے پاس پرچہ ضرور پہنچ جانا چاہیئے۔ چنانچہ یہ پرچہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک اقتباسات کا ہی مجموعہ ہے۔ اس مجبوری کی حالت میں دوستوں کو یہ بھی غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ یہ ناسپاسی ہوگی۔ کہ ان سطور کے ختم کرنے سے قبل میں جناب حکیم مولوی قطب الدین صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں جو اس بیماری کی حالت میں دن میں کئی کئی مرتبہ تشریف لاتے رہے۔ اور بڑی محبت سے علاج کرتے رہے اب مجھے صرف کمزوری ہے۔ دوست ازراہ کرم دعا کریں۔ کہ اللہ تعالے جلد سے جلد صحت کلی عطا فرمائے۔ آمین

مبارک

مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی کہ خداوند تعالے نے مدت کی آرزوں کے بعد جناب زین العابدین صاحب کے ہاں اولاد عطا فرمائی جس کے لئے ہم شاہ صاحب کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور دعا گو ہیں۔ کہ اللہ تعالے آپ کو اس کثرت سے اولاد دے کہ آپ پھل دار درخت کی طرح پھلتے پھولتے رہیں۔ اور یہ اولاد آپ کے لئے حقیقی معنوں میں قرۃ العین ثابت ہو۔

قابل توجہ

اس پندرہ روز میں نور کے لئے ایک بھی نیا خریدار پیدا نہیں ہوا۔ نہ خود اور نہ کسی تحریک سے اس وقت سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے لئے جس قدر ضرورت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ اور پھر اس ضرورت کو جس احسن طریق سے نور پورا کر رہا ہے۔ وہ آج تمام ہندوستان میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور تو اور مخالف بھی اس کے معترف ہیں۔ مگر دوسری طرف اس غازی پرچہ کی توسیع اشاعت کی سرد مہری کا یہ حال ہے۔ کہ دوست یہ سمجھتے ہیں۔ کہ دس پندرہ خریدار پیدا ہونے سے توسیع اشاعت کا سوال حل ہو گیا۔ حالانکہ اس وقت کم از کم نور کے لئے بالفعل مزید خریداروں کی ضرورت ہے۔ اگر دوست ہمت کریں۔ اور ہر ایک بھائی کو کم از کم نور کے لئے ایک ایک دو دو نئے خریداروں کے پیدا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیں۔ جن کا پیدا کرنا چنداں مشکل نہیں تو نور کی توسیع اشاعت کا سوال ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی طے ہو سکتا ہے۔

... منیجر پرنٹر ... باہتمام شیخ عبدالحمید ... اور شیخ محمد یوسف مالک نے نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور سے شائع کیا

ضروری اطلاع

ان دوستوں کا سال جن کے اسماء معہ نمبر خریداری درج ذیل ہیں اخیر اگست تک ختم ہوتا ہے۔ ان سب کے نام یکم اگست کو وی پی ہوں گے۔ اگر کسی صاحب کو کسی وجہ سے آئندہ سال کے لئے نور کا ساتھ دینا منظور نہ ہو۔ تو وہ ۲۷ جولائی سے پہلے پہلے دفتر نور میں اپنے ارادہ سے ضرور اطلاع دیدیں جو دوست نور سے جدائی اختیار کرتے ہیں۔ اگرچہ ان پر ایک گونہ افسوس تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ نور جیسے مجاہد اور غازی پرچہ کی جو تمام ہندوستان میں سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کا واحد ذریعہ ہے۔ کے لئے تین روپیہ سال کی تجہ رقم بھی قربان نہیں کر سکتے مگر ان لوگوں کی بے اعتنائی کا کیا کہنا جو باوجود پیشتر اطلاع ملنے کے بھی خاموش رہتے ہیں اور وقت پر وی پی واپس کر کے دفتر نور کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ اخلاقی گناہ ناقابل عفو ہے۔ اگر وہ ایک مجاہد پرچہ کی اعانت نہیں کر سکتے تو نقصان پہنچا کر حوصلہ شکنی بھی کیوں کریں۔

KHILAFAT LIBRARY

نمبر ۱۰۳	سید محمد عقیل صاحب	ہے ۲/	نمبر ۲۸۳	بابو عبدالستار خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۱۰۴	بابو محمد اسمٰعیل صاحب	ہے ۲/	نمبر ۲۸۴	ملک سلطان محمود خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۱۱۵	منشی فتح محمد صاحب	للعہ ۲/	نمبر ۲۸۶	جناب عطا حسین صاحب	ہے ۲/
نمبر ۱۱۶	بابو محمد ثناء اللہ صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۶۶	ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۱۰	منشی محمد یوسف علی صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۶۷ / ۳۶۸	منشی احمد حسین و فضل حسین	ہے ۲/
نمبر ۲۱۱	میرزا محمد صادق صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۶۹	ایم دوست محمد صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۱۴	منشی محمد حسین صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۰	بابو عبدالغنی صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۱۵	شیخ اسید احمد صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۱	صوفی فضل الٰہی صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۱۶	حکیم سراج الدین صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۳	بابو عبدالعزیز صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۱۸ / ۲۷۶	چودہری حیات محمد صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۶	جناب بشیر خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۲۰	جناب امیر علی صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۷	میاں قادر بخش صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۱۹	ملک محمد حسین خانصاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۸	شیخ محمد حسین صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۲۱	مہنت اندراس صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۷۹	جناب بشیر الحق صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۲۳	شیخ محمد غوث صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۸۰	بابو محمد ابراہیم صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۷۱	جناب محمد اکبر خانصاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۸۱	جناب محمد حسین صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۷۳	مولوی بلال احمد صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۸۲	جناب منیجر صاحب محمڈن لائبریری	ہے ۲/
نمبر ۲۷۳ / ۳۵۰	ڈاکٹر شیر محمد صاحب عالی	ہے ۲/	نمبر ۳۸۳	چودہری احمد دین صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۷۶	بابو محمد حسین صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۸۴	جناب خانبہادر میرزا غلام صمدانی خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۷۷	ایم عابد شریف صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۸۵	مولوی محمد حسین صاحب بی۔اے	ہے ۲/
نمبر ۲۷۰	مسٹر عبدالسلام صاحب سوداگر	ہے ۲/	نمبر ۳۸۶	مستری غلام علی صاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۸۱	جناب محمد اقبال حسین صاحب بی۔اے	ہے ۲/	نمبر ۳۸۸	ڈاکٹر عبدالغفار خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۲۸۲	جناب محمد یوسف صاحب	ہے ۲/	نمبر ۳۸۹	جناب محمد مشتاق احمد صاحب	ہے ۲/

نمبر ۳۹۰	سیٹھ جی ابراہیم صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۰۹	منشی عبدالرحمٰن صاحب	ہے ۲/
نمبر ۳۹۱	سیٹھ الہ دین بھائی ابراہیم بھائی	ہے ۲/	نمبر ۴۱۰ / ۱۳	چوہدری علی بخش صاحب	ہے ۲/
نمبر ۳۹۲	سید ظہور احمد صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۱۱ / ۱۲	بابو محمد اسمٰعیل صاحب	ہے ۲/
نمبر ۳۹۴	میرزا اعظم بیگ صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۱۲	سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ	ہے ۲/
نمبر ۳۹۵	شیخ غلام حسین صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۱۳	بابو غلام رسول صاحب	ہے ۲/
نمبر ۳۹۶	ملک حبیب اللہ خانصاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۱۴	محمد علی صاحب ٹیلر احمدی	ہے ۲/
نمبر ۳۹۸	میاں امیر علی صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۱۷	حافظ نور حسین صاحب	ہے ۲/
نمبر ۳۹۹	چوہدری عطا محمد صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۱۹	شیخ غلام محمد صاحب بی اے	ہے ۲/
نمبر ۴۰۰	جناب خان عبدالواحد خانصاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۰	سید عبدالمجید صاحب	ہے ۲/
نمبر ۴۰۱	حکیم خدا بخش صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۱	سید امت علی شاہ صاحب	ہے ۲/
نمبر ۴۰۲	چوہدری محمد عبدالرحمٰن خانصاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۳	چوہدری عطاء اللہ خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۴۰۳	حکیم محبوب الرحمٰن خانصاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۳	مولوی عبدالعزیز صاحب احمدی بی اے	ہے ۲/
نمبر ۴۰۴	مولوی عبداللہ صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۴	جناب فدا حسین خان صاحب	ہے ۲/
نمبر ۴۰۵	مولوی محمد ادریس صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۵	شیخ بشیر احمد صاحب	ہے ۲/
نمبر ۴۰۶	ملک اللہ رکھا صاحب	ہے ۲/	نمبر ۴۲۶	چوہدری عبداللہ خانصاحب	ہے ۲/
نمبر ۴۰۷	چوہدری سردار خانصاحب	ہے ۲/			

قادیان میں مسکن بنانیوالوں کے لئے خوشخبری

مسجد اقصیٰ سے صرف نصف قدم کے فاصلہ پر ایک عالیشان پختہ دو منزلہ مکان جو تقریباً نصف کنال میں واقع ہے۔ جس کی مکانیت حسب ذیل ہے۔ ڈیوڑھی بارہ فیٹ لمبی ۴/۳ ، فٹ چوڑی مردانہ بیٹھک ۲۰ فٹ لمبی اور ۱۰ فٹ چوڑی کمرہ ۲۵ فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا۔ جس میں ایک بڑا دروازہ اور چار کھڑکیاں ہیں۔ بہت ہوادار ہے اسباب رکھنے کا ۴/۱ ۱۱ فٹ لمبا۔ اور ۴/۳ ۹ فٹ چوڑا دالان ۲/۱ ۱۱ فٹ لمبا اور ۴/۱ ۱۱ فٹ چوڑا جس میں پانچ دروازے ہیں باورچیخانہ ۲/۱ ۱۸ فٹ لمبا اور ۴/۱ ۱۲ فٹ چوڑا صحن ۲۸ فٹ لمبا اور ۱۸ فٹ چوڑا۔ بالاخانہ ۲۰ فٹ لمبا ۱۰ فٹ چوڑا اس کے آگے صحن اوپر کے کل حصہ میں ۶ فٹ اونچے پختہ پردے ہیں۔ اور سب جگہ پختہ فرش کیا ہوا ہے۔ مکان اس قدر ہوادار ہے۔ کہ گرمیوں میں بھی انسان اندر سو سکتا ہے۔ اور مسجد اقصیٰ سے اس قدر قریب تر ہے۔ کہ گھر میں بیٹھے ہوئے درس سنا جا سکتا ہے۔ دفاتر اور بازار صرف آدھ منٹ کے فاصلہ پر ہے۔ وسط شہر میں ہونے کی وجہ سے ہر طرح محفوظ مکان کے جانب غرب جو شارع عام ہے۔ اور اب بازار بن رہا ہے۔ اس طرف بڑی آسانی سے چار دوکانیں بن سکتی ہیں اور جو معقول کرایہ پر چڑھ سکتی ہیں۔ قیمت کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت یا خود مکان دیکھکر طے کر لیں۔

معرفت منیجر نور قادیان (پنجاب)

اقتباسات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ اور ہمارا فرض

KHILAFAT LIBRARY

(حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ امام جماعت احمدیہ کے قلم سے)

ابھی پانچ ہی دن ہوئے کہ سید دلاور شاہ صاحب بخاری اپنے ایک عزیز کے ساتھ اس نوٹس کے متعلق جو ہائی کورٹ کی طرف سے "مستعفی ہو جاؤ" والے مضمون متعلق انہیں ملا تھا میرے پاس قادیان تشریف لائے۔ اور مجھ سے دریافت کیا۔ کہ انہیں اس موقعہ پر کیا کرنا چاہئیے اور ضمناً ذکر کیا۔ کہ بعض لوگ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ اظہار افسوس کر دینا چاہئیے۔ میں نے انہیں کہا کہ ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ صوبہ کی عدالت کا مناسب احترام کریں۔ لیکن جب کہ ایک مضمون آپ نے دیانت داری سے لکھا ہے۔ اور اس میں صرف ان خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ جو اس وقت ہر اک مسلمان کے دل میں اٹھ رہے ہیں۔ تو اب آپ کا فرض سوائے اس کے کہ آپ اس سچائی پر مضبوطی سے قایم رہیں۔ اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ رسول کریم صلعم کی محبت کا سوال ہے۔ اور ہم اس مقدس وجود کی عزت کے معاملہ میں کسی معارض بیان پر بغیر آواز اٹھانے کے نہیں رہ سکتے ہیں۔ قانون تو نہیں جانتا نہیں اس کے متعلق تو آپ قانون دان لوگوں سے مشورہ لیں۔ مگر میری طرف سے آپ کو یہ مشورہ ہے۔ کہ آپ اپنے جواب میں یہ لکھوا دیں۔ کہ اگر ہائی کورٹ کے ججوں کے نزدیک کنور دلیپ سنگھ صاحب کی عزت کے لئے تو قانون انگریزی میں کوئی دفعہ موجود ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لئے کوئی دفعہ موجود نہیں۔ تو میں بڑی خوشی سے جیل خانہ جانے کے تیار ہوں۔ جیسا کہ سب احباب کو معلوم ہے اس مضمون کو نہایت خوبصورت میں سید دلاور شاہ صاحب نے اپنے جواب کے آخر میں درج کر دیا۔ اور مومنانہ غیرت کا تقاضہ بھی تھا۔ کہ وہ اپنا حقیقی جواب وہی دیتے۔ جو انہوں نے اپنے بیان کے آخر میں دیا۔

قانون کا حیرت انگیز نقص

کل خبر آگئی ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا ہے اور سید دلاور شاہ صاحب بخاری ایڈیٹر "مسلم آوٹ لک" کو چھ ماہ قید اور ساڑھے چھ سو روپیہ جرمانہ ہوا ہے۔ اور مولوی نور الحق صاحب پروپرائیٹر تین ماہ قید اور ایکہزار روپیہ جرمانہ ہوا ہے۔ ہمیں قانون کے اس نقص پر تو حیرت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی ونفسی کی عزت پر ناپاک سے ناپاک حملہ کرنے والوں پر تو مہینوں مقدمہ چلے اور آخر میں برارت ہو اور ہائی کورٹ کے متعلق ایک ایسی بات لکھدینے پر جو صرف تاویلاً اس کی ہتک کہلا سکتی ہے۔ آٹھ دن کے اندر اندر دو معزز شخص جیل خانہ میں بھجدیئے جائیں۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

قید ہونیوالوں کی بہادری

ہمارے بھائی آج جیل خانہ میں ہیں۔ لیکن اپنے نفس کے لئے نہیں۔ اپنی عزت کے لئے نہیں کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں۔ اسوجہ سے نہیں کہ وہ حکومت کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ نہ اس لئے کہ وہ کسی کے حق کو دبانا چاہتے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے غیرت کا اظہار کیا۔ ان کی یہ بہادرانہ روش ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گی۔ کہ دونوں نے سارا بوجھ اپنے ہی سر پر اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس مصیبت کی آگ میں یہ ایک ایسی خوشبو اٹھی ہے۔ کہ باوجود صدمہ زدہ ہونے کے دماغ معطر ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ کے جیل خانہ بے وفاؤں اور غداروں کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ لیکن آج انہیں دو وفادار شخص جنہوں نے دو جہان کے سردار سے بھی وفاداری کی اور گورنمنٹ کی بھی وفاداری کی زینت دے رہے ہیں

کیا مسلم آوٹ لک نے عدالت کی توہین کی

محترم ججان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان دونوں صاحبان نے یہ کہکر کہ یہ فیصلہ غیر معمولی ہے اور غیر معمولی حالات میں ہوا ہے۔ اور اس کی تحقیق ہونی ہونی چاہیئے۔ عدالت عالیہ کی ہتک کی ہے۔ مگر میرے نزدیک عدالت عالیہ کی یہ رائے درست نہیں۔ یہ کہنا کہ جن حالات میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس کی تحقیق کرنی چاہیئے۔ اور یہ کہنا کہ جج نے کوئی بددیانتی کی ہے۔ اس میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ عدالت عالیہ پنجاب بیسیوں مقدمات میں اس فرق کو تسلیم کر چکی ہو گی۔ کیا اس میں کوئی شک ہے۔ کہ ملک معظم کی وفادار رعایا کے کروڑوں افراد اس فیصلہ پر جس کا حوالہ مسلم آوٹ لک نے دیا تھا۔ حیران وانگشت بدنداں ہیں۔ اور کیا عدالت عالیہ کا یہ فرض نہیں کہ جب ملک کی ایک بڑی تعداد ایک فیصلہ پر حیران ہو اور خود گورنمنٹ بھی جو اس قانون کی وضع کرنے والی ہے۔ اس کے عجیب اور خلاف امید ہونے کا اظہار کر چکی ہے تو اس کے متعلق ایسے حالات بہم پہنچانے کہ جس سے پبلک کی تسلی ہے۔ اور اس کی گھبراہٹ دور ہو سکے اسمیں کیا شک ہے کہ ملک کا امن عدالت عالیہ پر اعتبار سے قایم رہ سکتا ہے پس اس وجہ سے عدالت عالیہ کو عمومی شکوک کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اور انسانی فطرت کی کمزوریوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

سزا نادرست ہے

عدالت عالیہ کو خواہ کسی فیصلہ کی صحت پر کس قدر ہی یقین ہے۔ اور وہ ایک جج کی دیانت پر خواہ کس قدر ہی اعتماد رکھتی ہو اس سے پبلک کی تسلی تو نہیں ہو جاتی۔ اور اس سے پبلک میں عدالت عالیہ کا وقار تو قایم نہیں ہو جاتا۔ پس عدالت کو ایسے مواقع پر خود بھی پبلک کے احساسات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اس خیال سے تسلی نہیں پا لینی چاہیئے کہ لوگوں کے خیالات غلط ہیں۔ خیالات

KHILAFAT LIBRARY

خواہ کس قدر ہی غلط ہوں۔ مگر جب وہ پیدا ہو جائیں تو بے امنی پیدا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور عدالت کا فرض ہے کہ نہ صرف لوگوں کے خیالات کی درستی کی غرض سے بلکہ خود اپنی عزت کو صدمہ سے بچانے کے لئے وہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرے۔ جس سے لوگوں کے شبہات کے دور ہونے کا موقع نکل آئے۔ مسلم آوٹ لک نے صرف اس قسم کی تدبیر اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی تھی اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا تھا۔ پس فاضل ججان کا اس کے ایڈیٹر اور مالک کو سزا دینا میری رائے میں درست نہ تھا۔

آوٹ لک کا مطالبہ ہائیکورٹ کی خدمت تھی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس مقدمہ کے متعلق غیر معمولی اتفاقات موجود ہیں۔ دفعہ ۱۵۳ الف ہر صوبہ کی گورنمنٹ کے نزدیک ایک خاص مفہوم رکھتا تھا اور پبلک اس مفہوم سے متفق تھی غالباً مختلف صوبوں میں مختلف گورنمنٹیں اس دفعہ کے ماتحت اگر مقدمات چلا نہ چکی تھیں۔ تو لوگوں کو اس امر کی دھمکی ضرور دے چکی تھیں۔ اور لوگ بھی اس کا یہ مفہوم سمجھکر معافیاں مانگ کر اپنی جان بچا رہے تھے اگر ایک ہی وقت میں قانون کی وضع کرنے والی جماعت اور جن کے لئے وہ قانون بنا تھا۔ سب کے سب اس قانون کے ایک معنوں پر متفق تھے۔ بلکہ جیسا کہ ایک بعد کے فیصلہ سے ظاہر ہوا ہے۔ ایک ہمسایہ صوبہ کی عدالت عالیہ میں بھی اس قانون کا وہی مفہوم لیتی تھی تو کیا اس صورت میں پبلک میں ہیجان پیدا ہونا ایک لازمی امر نہ تھا کیا پبلک اس موقعہ پر یہ نتیجہ نہیں نکالے گی کہ غیر معمولی حالات میں ایک غیر معمولی فیصلہ ہوا ہے اور کیا خود ہائی کورٹ کی عزت کے قیام کے لئے اس امر پر روشنی ڈالنا ہائی کورٹ کے لئے ضروری نہ تھا۔ اگر بغیر اس کے کہ کنور صاحب پر بددیانتی کا الزام لگایا جائے پبلک کے لئے یہ فیصلہ استعجاب وحیرت کا موجب تھا۔ تو پھر مسلم آوٹ لک کا مطالبہ عدالت عالیہ کی ایک بہت بڑی خدمت تھی نہ کہ جرم جس کی پاداش میں انکو سزا دی جائے۔

معاملہ کی حقیقی حیثیت۔ اگر معاملہ کسی معمولی قانون کی تشریح ہوتا تو اور بات تھی۔ مگر یہاں تو معاملہ یہ تھا کہ ایک قانون کے ایک معنی سالہا سال سے ثابت شدہ سمجھے گئے تھے۔ گورنمنٹ کی نظر میں بھی اور پبلک کی نگاہ میں بھی اور کنور صاحب نے ان مسلمہ معنوں کو غلط قرار دیا تھا پس ایسے وقت میں اگر مسلم آوٹ لک نے اپنی آواز اٹھائی خصوصاً اس حال میں کہ اس فیصلہ سے مسلمانوں کے دل مجروح ہو رہے تھے۔ تو اگر فاضل ججان کے نزدیک وہ آواز بے موقع بھی تھی تو زیادہ سے زیادہ اسے نامناسب قرار دینا چاہیے تھا۔ نہ یہ کہ وہ اس قدر سخت سزا دیتے۔ پھر ہائیکورٹ کو دیکھنا چاہیئے کہ کیا اس سزا سے ہائیکورٹ کی وہ عزت قایم ہو گئی جسے وہ قایم کرنا چاہتا تھا۔ اس سزا کے بعد تو مسلمانوں کے دل اور بھی غم وغصہ سے بھر گئے ہیں اور وہ پہلے تو صرف ایک جج کے فیصلہ کی نوعیت پر معترض تھے۔ اب عدالت عالیہ کے بہت سے ججوں کے متفقہ فیصلہ کو وہ اپنے مفاد اور منشائے قانون کے تحت خلاف سمجھ رہے ہیں پس بجائے فائدہ کے اس فیصلہ سے نقصان پہنچا ہے۔ اور خدا تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔

کنور صاحب کا فیصلہ اور مسلمانوں کا جوش

میں کنور صاحب کے فیصلہ کے متعلق صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک فاضل ججوں نے اس امر کو نہیں سمجھا کہ کنور صاحب کے فیصلہ کے خلاف مسلمانوں کے دل میں جوش کیوں ہے۔ اگر وہ ایک مسلمان کی حیثیت میں اپنے آپ کو فرض کرتے جس طرح کہ مسٹر جسٹس دلال نے اپنے آپ کو فرض کیا تھا۔ تو وہ یقیناً صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتے۔ گو اس وقت تک مسلمان اس کو واضح الفاظ بیان نہ کر سکے ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس فیصلہ میں ہر ایک مسلمان اپنی ہتک محسوس کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں خیال کرتا۔ کہ اس فیصلہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے۔ کیونکہ کنور صاحب نے صاف لکھا ہے۔ کہ آپ کی ہتک آمیز الفاظ لکھنے والے کو سزا ملنی چاہیئے۔ مگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس فیصلہ سے آپ کی ہتک کا دروازہ کھل گیا ہے۔ اگر وہ یہ ضرور خیال کرتا ہے۔ کہ اس فیصلہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک مسلمان کو یہ تو حق ہے۔ کہ اگر اسے کوئی شخص گالی دے تو اس پر وہ ناراض ہو لیکن اسے اس شخص سے نفرت کرنیکا حق نہیں ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے۔ اگر اس موقعہ پر منافرت پیدا ہوتی ہے تو یہ اس کی اشتعال انگیز طبیعت کا نتیجہ ہے۔ اس کے فطرتی تقاضوں کا نتیجہ نہیں ہے۔

مسلمان اور حبِّ رسولؐ

اب ایک مسلمان کے نزدیک یہ خیال کہ اس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر خود اسے گالی دی جائے تو اسے غصہ آنا چاہیئے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی جائے۔ تو اس کے دل میں جائز طور پر منافرت کے جذبات نہیں پیدا ہونے چاہئیں۔ اس کی سب سے بڑی ہتک ہے۔ وہ اسے بے غیرتی کا اور سب سے بڑی بے غیرتی کا الزام سمجھتا چاہیئے۔ اور ایک منٹ کے لئے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حق یہ ہے کہ ہر سچا مسلمان اپنی ذات کے متعلق سخت کلامی کو اکثر اوقات معافی کے قابل سمجھتا ہے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی ونفسی کے متعلق ایک ادنیٰ کلمہ گستاخی کا سن کر بھی وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اگر اسے یہ معلوم ہو کہ ایسا کلمہ استعمال کرنے والا اپنی قوم کی تائید اپنے ساتھ شامل رکھتا ہے۔ تو وہ اس قوم کو بھی نہایت حقیر و ذلیل سمجھتا ہے۔ پس جب ایک مسلمان یہ سنتا ہے کہ ایک فاضل جج قانون منافرت بین الاقوام کے معنی صرف یہ لیتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے خلاف بہ حیثیت قوم کچھ کہنا باعث منافرت نہیں کہلا سکتا۔ تو وہ اس میں اپنی ہتک سمجھتا ہے۔ اور اپنے ایمان پر حملہ خیال کرتا ہے۔ اور جج کی نیت کے اچھے ہونے یا برے ہونے کا اس میں کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر فاضل ججان ہائیکورٹ مسلمانوں کے اس احساس کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ تو انہیں مسلم آوٹ لک کے مضمون کو حقیقت کو سمجھنا آسان ہو جاتا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ انہوں نے مضمون کے مختلف پہلوؤں پر غور نہیں کیا۔ اور یہی سمجھ لیا۔ کہ اس میں ایک جج پر بدنیتی کا الزام لگایا گیا ہے۔ اور ایک ایسا فیصلہ کر دیا جس سے مسلمانوں کے دل اور بھی مجروح ہو گئے۔ اور ان کی

طبایع میں اور بھی جوش پیدا ہوگیا ہے۔ اور اب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی کریں جو ان کے نزدیک صرف اسلام کی عزت کی حفاظت کے لئے جیل خانہ گئے ہیں۔ اور سچا مسلمان اس وقت تک صبر نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ اس بارے میں اپنے فرض کو ادا نہ کرلے۔

KHILAFAT LIBRARY

اب ہمیں کیا کرنا چاہئے

فیصلہ کے متعلق اپنے خیالات کو ظاہر کرنے کے بعد میں اس سوال کو لیتا ہوں۔ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اور بیشتر اس کے کہ میں اپنے خیالات کو بیان کروں میں ان تین امور پر جو اس تک بطور علاج کے بیان کئے گئے ہیں بحث کرنی چاہتا ہوں۔

عدالتوں سے مقاطعہ

ایک علاج بعض لوگوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہم عدالت عالیہ سے مقاطعہ کریں۔ میرے نزدیک علاج وہ ہوتا ہے۔ جس کا ہمیں فائدہ پہنچے۔ لیکن اگر اس علاج پر غور کیا جائے۔ تو بجائے فائدہ کے ہمیں اس سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم اس امر کے متعلق تو خود فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ جو ہماری ذات سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن جو امر دوسروں کی ذات سے تعلق رکھتا ہو۔ اس پر ہماری نیتوں کا کچھ اثر نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کو تین قسم کے مقدمات پیش آسکتے ہیں۔ ایک وہ مقدمات جو باہم مسلمانوں میں ہوں۔ خواہ مالی حقوق کے متعلق ہوں۔ یا فوجداری ہوں۔ مگر قابل دست اندازی پولیس نہوں۔ ایسے مقدمات تو قطع نظر اس فیصلہ کے مسلمانوں میں آپس میں ہی طے ہونے چاہئیں۔ اگر ہم اپنے جھگڑے خود فیصلہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے تو ہم درحقیقت اس نظام اسلامی سے بے بہرہ ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قایم فرمایا تھا۔ ہماری جماعت بڑی سختی سے اس امر کا لحاظ رکھتی ہے۔ کہ تمام مالی مقدمات اور تمام فوجداری اختلافات جن کو برطانوی عدالت میں لے جانے کے ہم قانوناً پابند نہیں۔ اپنی جماعت کے قاضی ہی طے کریں۔ اس قسم کے ایک واقعہ کے متعلق پچھلے دنوں اخبارات میں ایک مضمون بطور اعتراض شایع ہوا تھا۔ مگر میرے نزدیک یہ امر قابل اعتراض نہیں۔ بلکہ قومی اتحاد کے لئے ضروری ہے۔ اور قومی دولت اس سے محفوظ رہ جاتی ہے۔

دوسری قسم کے مقدمات وہ ہوتے ہیں جو گو دو مسلمان فریق میں ہوں۔ لیکن قابل دست اندازی پولیس ہوں اور قابل راضی نامہ نہ ہوں۔ اور تیسری قسم کے مقدمات وہ ہیں۔ جو مسلمانوں اور غیر قوموں میں ہوں۔ ان دونو قسم کے مقدمات میں ہی عدالت کا مقاطعہ مقاطعہ کہلاسکتا ہے۔ لیکن کیا ایسا مقاطعہ ہم سے ممکن ہے ایک وقت میں ایسے سینکڑوں کیس عدالت میں داخل ہوتے ہیں۔ جن کا ہزاروں مسلمانوں پر اثر پڑتا ہے پس کیا یہ بات اسلام کے فائدہ کی ہوگی۔ کہ ہزاروں غریب مسلمان اس مقاطعہ کی وجہ سے جیل خانہ میں جائیں۔ اور ہزاروں مسکینوں، غریبوں، بیواؤں یتیموں، کے حقوق عدم پیروی کی وجہ سے تلف ہوکر غیر قوموں کو مل جائیں۔ اس طریق کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ مسلمان جو آگے ہی اقتصادی طور پر تباہ ہو رہے ہیں۔ بالکل تباہ ہوجائیں گے۔ پس ہمیں اس تدبیر کو ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سے رسول کریم صلعم کی عزت کی حفاظت کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

تکرار فعل

دوسرا طریق یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ مسلمان اس فعل کو متواتر کریں۔ جو مسلم آوٹ لک والوں نے کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ طریق بھی علاوہ قانون شکنی کے (پہلے یہ فعل قانون شکنی نہ تھا لیکن اب ہائی کورٹ کے فیصلہ کے بعد یہ فعل قانون شکنی ہوگیا ہے۔) اپنی ذات میں بے فائدہ ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہائی کورٹ اس امر کا پابند نہیں۔ کہ ہر شخص پر مقدمہ چلائے۔ جو اس کی نظر میں عدالت کی ہتک کرنے والا ہے۔ اگر وہ اس کا پابند ہوتا۔ تو کہا جاسکتا تھا۔ کہ لاکھوں مسلم آوٹ لک کی نقل کریں۔ ہائی کورٹ کہاں تک کہاں تک لوگوں کو جیل خانہ میں ڈالے گا۔ آخر تنگ آجائیگا۔ لیکن جب کہ وہ ہر اک پر مقدمہ چلانے کا پابند نہیں۔ تو وہ صرف یہ طریق اختیار کرے گا کہ بڑے بڑے لوگوں کو پکڑے گا۔ دوسروں کے فعل کو نظر انداز کردے گا۔ اس سے صرف مسلمان کمزور ہو جائیں گے۔ اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مثلاً مسلمانوں کے لاہور میں چار روزانہ اخبارات ہیں اگر روزانہ ان میں مسلم آوٹ لک کے ہم معنی نوٹ شایع ہوں تو ہر روز چار آدمیوں پر ہائی کورٹ روزانہ مقدمہ چلائے گا۔ ان چار آدمیوں کو یا آٹھ آدمیوں کو روزانہ گرفتار کرکے بھی ہائی کورٹ کو کیا نقصان پہنچے گا اور پھر اس طریق سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اگر چھوٹے چھوٹے آدمیوں کو اس امر کے لئے آگے بھیجا گیا۔ تو یہ قابل شرم ہوگا۔ اور انتہائی درجہ کی قومی غداری ہوگی۔ اور اگر بڑے بڑے سب لوگ اس طرح جیل خانوں میں چلے گئے۔ تو اسلام کو نقصان پہنچانیوالے اور بھی خوش ہوں گے۔ انہیں ہندوستان اسلام کو نقصان پہنچانے اور اپنی من مانی کارروائیاں کرنے کا اور بھی موقعہ مل جائے گا۔ پس یہ تدبیر بھی قابل عمل نہیں ہے۔ سکھوں کی کوششوں پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہاں عملی جدوجہد تھی۔ وہ ایک گوردوارہ میں زبردستی گھس جاتے تھے۔ اگر سرکار سب کو نہ پکڑتی۔ تو گوردوارہ ہاتھ سے جاتا تھا۔ اگر پکڑتی تو جیل خانہ کفایت نہ کرتے تھے۔ لیکن یہاں تو صرف بعض الفاظ کے دہرانے سے سوال ہے۔ بغیر کسی قسم کے نقصان کے خطرہ کے ہائی کورٹ ہزاروں آدمیوں کے فعل کو نظرانداز کرسکتا ہے۔

سول نافرمانی

تیسری تدبیر سول نافرمانی بتائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کہ میں اس تدبیر کا مذہباً مخالف ہوں۔ عقلاً بھی میرے نزدیک اس تدبیر کو اختیار کرنا درست نہیں۔ سول نافرمانی ہائی کورٹ کے خلاف نہ ہوگی۔ بلکہ گورنمنٹ کے خلاف ہوگی۔ اور گورنمنٹ کا اس معاملہ میں کوئی قصور نہیں۔ گورنمنٹ اس وقت اس معاملہ میں ہمارے

ساتھ ہے۔ گورنر صاحب بڑے زوردار الفاظ میں ہائی کورٹ کے فیصلہ پر استعجاب ظاہر کر چکے ہیں۔ اور اس کو منسوخ کرانے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرنے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ وہ بے شک بوجہ غیر مذہب کے پیرو ہونے کے اور قانون کی الجھنوں کے اس طرح جلدی سے عمل نہیں کر سکتے۔ جس طرح کہ ہمارے دل چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ ان کا مقصد اور ہمارا مقصد اس قانون کے بارے میں ایک ہی ہے۔ پس سول نافرمانی کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم گورنمنٹ کو جو اس معاملہ میں ہم سے اتفاق رکھتے ہیں۔ اپنا مخالف بنا لیں۔ کیونکہ سول نافرمانی چونکہ گورنمنٹ کے خلاف ہوگی۔ وہ اس چیلنج کو قبول کئے ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ اور اس طرح ہم اپنے ہاتھوں سے ہندوؤں کے تیار کردہ گڑھے میں گر جائیں گے۔ جس میں ہمیں گرانا ان کی عین خواہش ہے۔

KHILAFAT LIBRARY

ہمیں ایک لمحہ کے لئے بھی اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارا جھگڑا اس وقت ہندوؤں سے ہے۔ اور ان میں سے بھی درحقیقت آریوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں کامل آزادی نہیں حاصل کر سکتے۔ جب تک کہ مسلمان اس ملک میں باقی ہیں۔ وہ ہندوستان میں برہمنک قانون کو جاری کرنا چاہتے ہیں۔ جو برطانوی اور اسلامی قانون آزادی کے بالکل برخلاف ہے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اس اختلاف کی وجہ سے جب بھی ہندو جب بھی ہندو اپنے مقصد کو پورا کرنا چاہیں گے انگریز اور مسلمان مل کر ان کے راستہ میں روک بنیں گے وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان دو طاقتوں کے مقابلہ میں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ پس وہ پہلے مسلمانوں کو نکما کر کے کمزور بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ انگریزوں سے نبٹیں گے۔ مگر اس تحریک کے بانی ہوشیار بھی بہت ہیں۔ وہ مسلمانوں اور انگریزوں کو لڑانا چاہتے ہیں۔ اور بسا اوقات انگریز ان کے فریب میں آکر مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھنے لگتے ہیں۔ اور بعض اوقات مسلمان کسی بات پر مشتعل ہو کر انگریزوں کو اپنا مخالف خیال کرنے لگتے ہیں۔ مگر ہمیں اس دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے۔ میرے نزدیک انگریزوں اور مسلمانوں کے اکثر اختلافات کا اب فیصلہ ہو چکا ہے آئندہ تمدنی جنگ میں یہ دونوں مل کر اپنے اپنے حقوق کی حفاظت اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ انگلستان کی نجات مسلمانوں سے صلح رکھنے میں ہے۔ اور مسلمانوں کا فائدہ انگریزوں سے تعاون کرنے میں ہے۔ ہم سب دنیا سے نہیں لڑ سکتے۔ رسول کریم صلعم نے بھی مشرکوں کے مقابلہ میں اہل کتاب سے معاہدہ کیا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم تدابیر نہ اختیار کریں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ باوجود دسیوں قسم کے عیوب کے انگریز قوم تمام موجودہ غیر اسلامی اقوام سے ہمارے زیادہ قریب ہے۔ اور درحقیقت دوسری قوم صرف روسیوں کی ہے۔ جو اسلام کو سختی سے مٹا رہی ہے۔ جیسا کہ احمدی مبلغوں اور دوسرے بہت سے ایسے مسلمانوں کی عینی سے ثابت ہے۔ جو پہلے برطانوی حکومت کے سخت دشمن تھے مگر میں کہتا ہوں کہ جو سیاسی طور سے میرے اس خیال سے متفق نہ ہوں۔ ان کو بھی یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس موجودہ مسئلہ میں ہمیں برطانیہ کے قائمقاموں سے کوئی جنگ نہیں ہے۔

میری سکیم

جس قدر پیش کردہ تجاویز ہیں ان کے نقائص بیان کرنے کے بعد میں اپنی تجاویز کو پیش کرتا ہوں۔ میرے نزدیک ہمیں قدم اٹھانے سے پہلے یہ غور کرنا چاہیئے کہ ہمارا مقصد اس وقت کیا ہے۔ میرے نزدیک ہمارا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ ہے۔ مسلم آؤٹ لک کا معاملہ اس مقصد کی جدوجہد کا ایک ظہور ہے۔ پس ہمیں بجائے اس پر اپنا وقت زیادہ خرچ کرنے کے اس سے جس قدر ممکن ہو۔ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ مسلم آؤٹ لک کے فیصلہ نے مسلمانوں کی آنکھیں ان کی بے بسی کے متعلق کھول دی ہیں۔ لوہا گرم ہے اس کو اس طرح سے کوٹنا ہمارا کام ہے۔ کہ اس سے اسلام کے لئے کارآمد اشیا تیار ہو سکیں۔ ہمارا یہ بھی فرض ہے۔ کہ اس کام کو جاری ہی نہ رکھیں۔ بلکہ ترقی دیں۔ جو مسلم آؤٹ لک کرتا تھا۔ اور اس کے لئے میں اپنی جماعت کی طرف سے آٹھ سو روپیہ کی امداد کا اعلان کرتا ہوں۔ میرے نزدیک کم از کم پانچ ہزار روپیہ اس کام کے لئے ہمیں جمع کر دینا چاہیئے۔ اور یہ روپیہ مسلم آؤٹ لک کی ترقی پر خرچ کر دینا چاہیئے۔ اور مسلم آؤٹ لک کے خریداروں کے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ہندوؤں کو یہ جرأت کیوں ہوئی

اس کے بعد اصل معاملہ کی متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوسرے بزرگان اسلام کو عموماً اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً گالیاں دینے کی جرأت کیوں ہوئی یہ صرف ہندوؤں ان کے اقتصادی اور تمدنی غلبہ کی وجہ سے ہے۔ وہ اس غلبہ کے بعد ہماری غیرت کو مٹا کر ہمیں شودر بنانا چاہتے ہیں۔ میں ان پر اعتراض نہیں کرتا ہر اک قوم کا حق ہے۔ کہ اپنے مفاد کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرے۔ لیکن ساتھ ہی ہر اس قوم کا بھی جس کے مفاد کے خلاف اس کے کاموں پر اثر پڑتا ہو حق ہے کہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرے۔ اگر ہندوؤں کا حق ہے۔ کہ وہ اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے مسلمانوں سے چھوت چھات کریں۔ اور اپنی قوم کی ہر ممکن ذریعہ سے پرورش کریں۔ تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ حق حاصل نہ ہو۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ ہندو خود چھوت چھات کرتے ہیں۔ اور سنگٹھن کی تائید میں لیکچر دیتے پھرتے ہیں۔ لیکن جس وقت مسلمان وہی کام کرتے ہیں تو شور مچا دیتے ہیں۔ کہ دیکھو یہ ملک کے امن کو بگاڑتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک ہر کوشش جو مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے کی جائے وہ ملک کے امن کے خلاف ہے۔ مگر ہم نے اس امن کو کیا کرنا ہے۔ جس سے ہماری ہستی مٹ جائے اور پھر اس فساد کے ذمہ دار ہندو لوگ ہوں گے جو مسلمانوں کی بیداری کی وجہ سے پیدا ہو نہ کہ مسلمان وہ شخص

جو اپنے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ کس طرح مفسد کہلا سکتا ہے۔ مفسد وہ ہوگا۔ جو اسے اس کے جائز حق لینے سے روکتا ہے۔ اصل میں یہ شور ہی بتاتا ہے۔ کہ ہندو قوم اس تدبیر سے سب سے زیادہ گھبراتی ہے۔ پس اس تدبیر پر ہمیں سب سے زیادہ زور دینا چاہیئے۔ اور اس زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حفاظت کے لیے سب سے پہلی جد و جہد ہماری یہی ہونی چاہیئے کہ ہم ہندوؤں سے چھوت چھات کریں۔

مسلمانوں کا روپیہ آنحضرت صلعم کے خلاف خرچ کیا جا رہا ہے

میں تمام ان مسلمانوں سے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں رکھتے ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ کبھی انہوں نے یہ بھی خیال کیا ہے۔ کہ رنگیلا رسول و چترجیون اور ورتمان وغیرہ اس قسم کی کتب اور رسالے انہی کے روپیہ سے چھاپے جاتے ہیں۔ اور انہی کے روپیہ سے ان کتب کے لکھنے والوں کی مدافعت کی جاتی ہے۔ اگر ان میں واقع میں رسول کریم صلعم کے لئے غیرت ہے۔ تو وہ کیوں وہ ہتھیار ہندوؤں کو مہیا کر کے دیتے ہیں۔ جن سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی تمدنی بربادی ہی ان سب خرابیوں کی ذمہ دار ہے۔ اور ان کا دور کرنا ان سے سب سے پہلا فرض ہے۔ اپنے روپیہ کو محفوظ کر کے دیکھیں تو سہی کہ کس طرح مخالفین اسلام کی طاقت آپ ہی آپ ٹوٹ جاتی ہے۔ اور خود ان میں پھوٹ پڑ جاتی ہے جو لوگ آج مسلم آوٹ لک کے بہادر ایڈیٹر اور جری مالک کے پیچھے جیل خانہ جانے کے لئے تیار ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں۔ آپ کا کام جیل خانہ کے باہر ہے ان چیزوں میں ہندوؤں سے چھوت چھات کرو۔ جن میں ہندو چھوت کرتے ہیں۔ اور دوسری چیزوں میں مسلمانوں کی مدد کرو۔ تو یہ بہترین تدبیر ہوگی۔ جس سے آپ جیل ان جیل میں جانے والوں کی مدد کر سکیں گے۔ اور ان کے کام کو کامیاب بنا سکیں گے چاہیئے کہ اس وقت سب جگہ مسلمان اس امر پر اتفاق کر لیں کر جلد سے جلد ہر قسم کی دوکانیں مسلمانوں کی نکل آئیں۔ اور جہاں تک ہو سکے مسلمان انہی سے سودے خریدیں۔ بائیکاٹ کے طور پر نہیں بلکہ صرف ہندوؤں کی تدبیر کے جواب کے طور پر اپنی قوم کو ابھارنے کے لئے۔

KHILAFAT LIBRARY

اے بھائیو! یاد رکھو کہ صرف جلسوں میں ریزولیوشن پاس کرنے سے کچھ نہ بنے گا۔ کیونکہ ان کا کوئی مادی اثر نہیں جیل خانوں میں جانے سے کچھ نہیں بنے گا۔ کیونکہ اس میں خود ہمارا اپنا نقصان ہے۔ عقلمند وہ کام کرتا ہے۔ جس سے اس کا فائدہ ہو۔ اور اس وقت اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ اس میں ہے۔ کہ مسلمانوں کی تمدنی حالت کو درست کیا جائے۔ ان کی اپنی دوکانیں کھولی جائیں۔ آڑھت بالکل ہندوؤں کے قبضہ میں ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔

مسلمانوں کی آڑھت

ہمیں مسلمانوں کی آڑھت کی دوکانیں کھلوانے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے جب تک آڑھت کی دوکانیں نہیں کھلیں گی کبھی مسلمان زمیندار اور دوکاندار پنپ نہیں سکتے۔ اندھیر ہے کہ جو روپیہ اس وقت ہندو تبلیغ پر خرچ ہو رہا ہے اس کا ایک کافی حصہ مسلمانوں کے گھروں سے خاص اس غرض سے جاتا ہے۔ عام طور پر ہندو آڑھتی ہر مسلمان زمیندار کے ہر سودے کے وقت ایک مقررہ رقم لیتا ہے۔ کہ اتنی گاؤشالہ کے لئے۔ اتنی یتیموں کے لئے۔ اس قدر دھرم ارتھ کے لئے۔ اور اس سے مراد مسلمانوں کے یتیم خانہ اور مسلمانوں کے کام مراد نہیں ہوتے۔ بلکہ خالص ہندوؤں کے کام ہوتے ہیں اب غور کرو کہ پنجاب میں کس قدر رقم مسلمان اس طرح خالص ہندو کاموں کے لئے دیتے ہیں۔ پس جب تک مسلمان ان رقوم کو بند نہ کریں گے۔ اور انہی رقوم کو اسلام کی ترقی کے لئے خرچ نہیں کریں گے وہ پروپیگنڈا جو رسول کریم کی ذات بابرکات کے خلاف ہو رہا ہے۔ کبھی بند ہو گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مٹھائیاں اور برف وغیرہ کہاں سے لیں۔ میں کہتا ہوں۔ اے بھائیو تمہارے بھائی اسلام کی عزت کے لئے برفوں سے نہیں۔ اپنے بیوی بچوں کی صحبتوں سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ کیا تم برف اور مٹھائی ترک نہیں کر سکتے۔ اور کیا مسلمان کا دماغ سب کام کر سکتا ہے۔ مگر یہ کام نہیں کر سکتا۔

تبلیغ اسلام

دوسرا کام جو حقیقی کام ہے لیکن ابتداً اس کا اثر ہندوؤں پر ایسا نہ ہوگا جیسا پہلے کام کا وہ تبلیغ اسلام ہے۔ ہندوؤں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات کے خلاف حملہ کرنے کی جرات صرف اس خیال سے ہے۔ کہ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ ہندوستان میں خالص ہندو مذہب قایم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر ہم تبلیغ کے کام کو خاص زور سے اختیار کریں۔ تو اسلام میں ایسی طاقت ہے۔ کہ کوئی مذہب اس کے مقابلہ میں ٹھیر ہی نہیں سکتی۔ پس یقیناً اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بہت جلد بہت سی اقوام جو برہمنک اصول مارد ج سے تنگ آگئی ہیں۔ اسلام میں داخل ہونے لگیں گی۔ اور ہندوؤں کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مسلمانوں کو ہندو بنا لینے کا خیال بالکل وہم ہے۔ اور خود بخود ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔

سیاسی حقوق کا فیصلہ

تیسری تدبیر یہ ہو کہ مسلمان اپنے سیاسی حقوق کا استقلال سے مطالبہ کریں۔ میں حیران ہوں کہ مسلمان کس طرح اس امر پر راضی ہو گئے۔ کہ پچپن فی صدی آبادی کے باوجود چالیس فی صدی حقوق طلب کئے لیکن ملے وہ بھی اب تک نہیں۔ مسلمانوں کی یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی۔ کہ وہ ملازمتوں کو حقیر چیز خیال کرتے تھے۔ ملازمت اگر ایسی ہی حقیر چیز ہوتی۔ تو ہندو جو ایک بیدار قوم ہے۔ کیوں اس طرح اس کی خاطر اپنی تمام تر طاقت خرچ کر دیتی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ملازمت اپنی ذات میں ایک بڑی شی ہے۔ لیکن اس کا واسطہ تمدنی ترقی ہے اس قدر ہے۔ کہ اس میں کمی یا زیادتی قوم کو تباہ کر سکتی یا بنا سکتی ہے۔ ملازمت کے سوا قومی گذارہ کا ذریعہ یا زراعت ہے یا ٹھیکہ داری یا تجارت یا صنعت و حرفت مگر کیا زراعت کی کامیابی نہروں تحصیل کے عملہ

KHILAFAT LIBRARY

اور جو ڈیسٹری پر موقوف نہیں۔ ٹھیکیداری پبلک ورکس ریلوے اور نہروں سے متعلق نہیں۔ اور تجارت صنعت حرفت گورنمنٹ سپلائی کے ساتھ وابستہ نہیں جن لوگوں کے پاس ملازمتیں ہوں گی۔ وہی ان کاموں میں ترقی کریں گے۔ اور کر رہے ہیں۔ جس قدر بڑے بڑے مالدار ہندو اس وقت ہیں۔ ان میں سے اکثر کو دیکھ لو۔ کہ ان کی ترقی کا پہلا زینہ سرکاری ٹھیکیداری پاؤ گے۔ اور اس کا باعث ہندو افسر ہو گا۔

پس مسلمانوں کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ اپنی تعداد کے مطابق یا کم سے کم پچاس فی صدی تک اپنے حقوق کو حاصل کرنے کی متواتر کوشش کریں۔ اور اس وقت تک بس نہ کریں۔ جب تک کہ یہ حق ان کو مل نہ جائے میں نے سنا ہے۔ کہ ملازمتیں تو الگ رہیں۔ تعلیم میں بھی مسلمانوں کی ترقی کے دروازہ بند کر دیئے گئے ہیں اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ پیشہ سکھانے والے کالجوں میں مسلمان کل چالیس فی صدی داخل کئے جائیں۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ مسلمان کبھی اپنے حق کو حاصل ہی نہ کر سکیں۔ کیونکہ جو لوگ چالیس فی صدی کالجوں میں داخل کئے جائیں گے۔ وہ پچپن فی صدی یا پچاس فی صدی حق پانے کے کبھی قابل ہی نہیں ہو سکتے۔ پس چاہیئے کہ مسلمان ایک ایک کر کے ہر اک صیغہ کے متعلق نہ ختم ہونے والی جد و جہد کریں۔ اور اس وقت تک بس نہ کریں جب تک ان کے حقوق انہیں مل نہ جائیں۔ اگر انہیں اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ تو کم سے کم اپنی آیندہ نسلوں پر رحم کریں۔ اور انہیں دائمی غلامی میں نہ چھوڑیں۔

اتحاد عمل اور اس کا طریق

یہ تینوں تجویزیں اس وقت مسلمانوں کے آزاد ہونے کے نہایت ضروری ہیں۔ لیکن ان پر کبھی کامیابی سے عمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمام مسلمان کہلانے والے لوگ اکٹھے نہ ہو جائیں مسلمانوں کی ناکامیابی ان کے تفرقہ کا نتیجہ ہے۔ ہ مخالفین اسلام کے دہو کہ میں آکر آپس میں ایکدوسرے کی گردن کاٹتے رہتے ہیں اور دشمن ہنستا ہے۔ کہ میں خود انہی کے ہاتھوں ان کو تباہ کرا دوں گا۔ آؤ آج سے فیصلہ کرو۔ کہ خواہ کس قدر ہی اختلاف مذہبی یا سیاسی ہو غیر قوموں کے مقابلہ میں ہم ایکدوسرے کا ساتھ دیں گے۔ ہماری مذہبی یا سیاسی تمدنی و اقتصادی اختلاف ہمیں آپس میں مل کر کام کرنے سے نہیں روکیں گے۔ ہم اپنے مذہب پر قایم رہیں۔ اور محبت سے اس کی تلقین کریں اپنا کوئی اصل نہ ترک کریں۔ نہ کسی سے ترک کرائیں لیکن ہم باوجود ہزارہا اختلافات کے اس امر کو نہ بھولیں کہ ایک نقطہ ہے۔ جس پر ہم سب جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ایک مقام ہے جہاں ہم آکر بسیرا لیتے ہیں۔ وہ نقطہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور وہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک ہے پس مخالفین اسلام کے مقابلہ کے لئے ہم سب کو جمع ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ ہمارا اختلاف ہماری تباہی کا موجب نہ ہو۔ یہ اتحاد ایسا ہو۔ کہ ہم اس میں سے کسی کو باہر نہ رہنے دیں۔ خلافتی یا خوشامدی لیگ کا ماننے والا یا کانگرسی عدم تعاونی یا ملازم سرکار کسی کو بھی ہم اپنے سے دور نہ کریں۔ کیونکہ اس عظیم الشان جد و جہد میں ہمیں ہر اک سپاہی ان کے سپاہی کی ضرورت ہے۔ خلافتی کی بھی ہمیں اسی طرح ضرورت ہے۔ جس طرح خوشامدی کی ان میں سے ہر اک اپنا اپنا کام کر سکتا ہے۔ اور چاہیئے کہ جو مفید تجویز کسی کی طرف سے پیش ہو۔ خواہ وہ ہمارا کس قدر ہی دشمن ہو۔ ہم سب مل کر اس کی تائید کریں۔ اور ایک زبان ہو کر سارے ہندوستان میں اس کی دھوم مچا دیں۔ اور جن لوگوں سے ہمیں اختلاف بھی ہو۔ گو ان کے خیالات کی ہم تردید کریں۔ لیکن استہزا سے کام نہ لیں اور تذلیل نہ کریں تاکوئی شخص بھی ہمارے ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

اخبارات کو مضبوط کرنے کی ضرورت

میں نے ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے چھ اضلاع میں مبلغ مقرر کئے ہیں۔ اور باقی ضلعوں میں مقامی انجمنوں کے ذریعہ سے کام کروا رہا ہوں۔ ان لوگوں سے علاوہ چھوت چھات کی تحریک کرنے تمدنی آزادی کی ترغیب دینے اور مل کر کام کرنے کی تحریص دلانے کے یہ کام بھی لیا جائے گا۔ کہ تمام مسلم اخبارات کی اشاعت کی تحریک بھی ہر جگہ کریں۔ کیونکہ پریس کی مضبوطی قوم کی آواز بلند کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی ترقی مشکل ہے جب تک کہ مسلمانوں کا پریس نہایت مضبوط نہ ہو۔ اور اسی طرح یہ تحریک بھی کرائی جائے گی۔ کہ مسلمان زمیندار اور تاجر اپنا کام مسلمان وکلاء کو دیا کریں۔ تاکہ مسلمان وکلاء آزاد ہو کر کام کر سکیں۔ یہ پیشہ آزاد ہے۔ مگر بوجہ کام کی کمی کی مسلمان وکلاء اس طرح کام نہیں کر سکتے۔ جس طرح کہ ہندو وکلاء کر سکتے ہیں

عام اعلان کی ضرورت

ان تمام تدابیر پر عمل کرنے کے لئے میرے نزدیک تمام اسلامی سوسائٹیوں۔ انجمنوں۔ اخباروں رسالہ جات اور جماعتوں کی طرف سے سب سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیئے۔ کہ ہم اسلام کے عام فوائد کے معاملہ میں اپنے اختلافات سے قطع نظر کر کے آپس میں مل کر کام کیا کریں گے۔ تاکہ عوام الناس میں بھی ادہر توجہ پیدا ہو جائے۔ اور وہ سمجھ لیں۔ کہ اب کام کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اور یکدم سب مقامات پر عملی جد و جہد شروع ہو جائے۔

ایک اہم جلسہ کی تجویز

اس کا مناسب ذریعہ علاوہ اوپر کے اعلان کے جس کا میں اپنی طرف سے تو اسی مضمون میں وعدہ شایع کر دیتا ہوں۔ یہی ہے کہ مسلم آؤٹ لک کے ایڈیٹر اور مالک کے قید ہونے کے۔ مثلاً پورے ایک ماہ بعد یعنی ۲۲ جولائی کو جمعہ کے دن ہر مقام پر جلسہ کیا جاوے جس میں مسلمانوں کی اقتصادی اور تمدنی آزادی کے متعلق مسلمانوں کو آگاہ کیا جاوے۔ اور سب سے وعدہ لیا جائے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں تبلیغ اسلام کا کام جاری کریں گے۔ اور ہندوؤں سے ان امور میں چھوت چھات کریں گے۔ جن میں ہندو ان سے

KHILAFAT LIBRARY

بہوت جہات کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ کہ وہ اپنی تمدنی اور اقتصادی زندگی کے لئے پوری سعی کریں گے۔ اپنے قومی حقوق کو قوانین حکومت کے ماتحت حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ اسلامی فوائد میں سب مل کر کام کریں گے۔ اور اسی دن ہر ایک مقام پر ایک مشترکہ انجمن بنائی جائے۔ جو مشترکہ فوائد کے کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔ اسی طرح اس دن تمام لوگ مل کر گورنمنٹ سے درخواست کریں۔ کہ ہائی کورٹ کی موجودہ صورت مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے۔ اور ان کی ہتک کا موجب ہے پچپن فی صدی آبادی والی قوم کے صرف دو جج ہیں اور ان میں سے ایک سروس سے لیا ہوا اور ایک صوبہ سے باہر سے لایا ہوا۔ اس میں مسلمان اپنی ہتک خیال کرتے ہیں۔ یہ سمجھنا کہ ہر ایک شعبہ کے لئے مسلمان تقابل سے قابل مل سکتے ہیں۔ لیکن جج نہیں مل سکتا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ گورنمنٹ نے جو کچھ کیا ہے انصاف ہی سے کیا ہوگا۔ مگر ہمارے نزدیک اس معاملہ میں مسلمانوں کے حقوق پر کافی غور نہیں کیا گیا۔ اور اس کا ازالہ جلد از جلد ضروری ہے۔ اور اس کے لئے ہم بادب درخواست کرتے ہیں کہ کم سے کم ایک مسلمان جج پنجاب کے بیرسٹروں میں سے اور مقرر کیا جاوے اور اسے نہ صرف مستقل کیا جائے۔ بلکہ دوسرے ججوں سے اس طرح سینئر کیا جاوے۔ کہ سر شادی لال صاحب کے بعد وہی چیف جج ہو۔

ایک محضر کی ضرورت

اسی طرح اس جلسہ میں حاضرین سے دستخط لے کر ایک محضر نامہ تیار کیا جائے۔ کہ ہمارے نزدیک مسلم آوٹ لک کے ایڈیٹر اور مالک نے ہرگز عدالت عالیہ کی ہتک نہیں کی بلکہ جائز نکتہ چینی کی ہے۔ جو موجودہ حالات میں ہمارے نزدیک طبعی تھی۔ اس لئے ان کو آزاد کیا جائے۔ اور جلد سے جلد کنور دلیپ سنگھ صاحب کے فیصلہ کو منسوخ کر کے مسلمانوں کی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ بے ادبی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ دلجوئی کی جائے۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کم از کم پانچ لاکھ مرد و عورت کے دستخط یا انگوٹھے اس محضر نامہ پر ہوں۔ تاکہ نہ صرف ہندوستان بلکہ اس کے باہر بھی اس کا اثر ہو۔ اور اس کا طبعی اثر مسلمانوں کے دماغوں پر ایسا پڑے۔ کہ دوسرے امور میں جدوجہد بھی ان کے لئے آسان ہو جائے۔ یہ محضر نامہ ابھی سے تیار ہونا شروع ہونا چاہیئے۔ اس سے لوگوں کو کام کرنے کا موقع بھی مل جائے گا اور لوگوں پر اثر بھی اچھا ہوگا۔

میرے نزدیک ایک ماہ بعد کی تاریخ اس لئے مناسب ہے کہ تا اس عرصہ میں تمام ملک کو اس غرض کے لئے بیدار کیا جا سکے۔ جلسہ جمعہ کی نماز کے بعد آسان ہوگا۔ لیکن جس جگہ قانوناً جلسہ کو روک دیا جائے۔ اس جگہ نماز جمعہ کے خطبہ میں امام ان باتوں کو بیان کر سکتا ہے۔ اس طرح قانون کے مقابلہ کے بغیر کام ہو جائے گا۔

قوم کی قربانی ضروری ہے

میرے نزدیک فی الحال یہی تدابیر مناسب ہیں گو بہت سے لوگ اس وقت بہت جوش رکھتے ہیں مگر میں کہتا ہوں۔ کہ کامیابی کے لئے ساری قوم کی قربانی ضروری ہوتی ہے صرف چند آدمیوں کی قربانی زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ پس ہمیں سب مسلمانوں کو تیار کرنا چاہیئے اور اس کے لئے بہت بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے جب کام شروع کیا جائیگا۔ تب معلوم ہوگا۔ کہ کسقدر مشکلات راستہ میں آئیں گی۔ اور وہ جن کو ناجائز فوائد حاصل کرنے سے روکا جائیگا۔ کس کس طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ میں آخر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ وہ تجاویز ہیں۔ جو میرے ذہن میں آئی ہیں باقی مسلمان بھائی خود بھی غور کر لیں۔ اور جو تجاویز بھی مفید ہوں۔ انہیں اختیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ اگر اس پروگرام کو اختیار کیا جائے تو انشاء اللہ مفید ہوگا اور ایک ایسی رو چل جائے گی۔ کہ جس سے کام لے کر بہت سے مفاسد کی اصلاح ہو سکے گی۔ ورنہ ہم تو اسکی طرف توجہ کر ہی رہے ہیں اور انشاء اللہ کریں گے۔

۲۲ جولائی یا جس تاریخ پر بھی اتفاق ہو اس کے آنے تک ہمیں ہر ممکن ذرائع سے اس تحریک کو عام کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ جو غرض اس تحریک سے ہے وہ پوری ہو سکے۔

سید دلاور علی شاہ صاحب احمدی ایڈیٹر مسلم آوٹ لک کا بیان

جو

انہوں نے عدالت عالیہ پنجاب میں پیش کیا

قل ان کان اباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا احب الیکم من اللہ ورسولہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ لایھدی القوم الظالمین

یعنی اگر تم اپنے والدین، اولاد، دوست واحباب اور اعزہ واقارب کو یا اپنے مال و دولت کو اور کاروبار کو جس کی خرابی تمہارے لئے سوہان روح ہے۔ اور اپنے مکانات اور منازل کو جو تمہارے لئے سرمایہ راحت اور انبساط ہے۔ خدا اور رسول سے عزیز تر سمجھو۔ تو خدا کے حکم کے منتظر رہو۔ اور خدا تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (قرآن حکیم سورہ ۱۰ آیہ ۲۴)

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن صادق نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ وہ مجھے اپنے والدین اولاد اور تمام عزیز واقارب سے عزیز تر سمجھے۔ (بخاری شریف)

مجھے اس عدالت کی طرف سے بذریعہ اطلاعنامہ مجریہ ۱۶ جون ۱۹۲۶ء حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں اس عدالت کے سامنے حاضر ہو کر وجہ بیان کروں کہ کیوں مجھ سے اس مضمون کے پاداش میں قانونی سلوک نہ کیا جاوے اور کیوں نہ مجھے جیل میں بھیج دیا جاوے جو Resign "استعفیٰ دے دو" کے عنوان سے دو روزنامہ "مسلم آوٹ لک" میں شایع ہوا ہے۔ جس کی ادارت کے فرائض مجھ سے متعلق ہیں۔ اور جس میں مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے اس فیصلہ کا ذکر ہے جو

ص میں مضمون ختم کرنے سے پہلے پھر تمام مسلمانوں کو تلقین دلاتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی حفاظت کے لئے ہماری جماعت ہر جائز اور مطابق اسلام قربانی کرنے کے لئے تیار ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ...

کتاب رنگیلا رسول کے مقدمہ میں ان کی عدالت سے صادر ہوا ہے۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس میں ایسے امور درج کئے گئے ہیں۔ جن سے مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کی انصاف پسندی ناطرفداری۔ معدلت گستری اور دانش پژوہی پر حرف آتا ہے۔ اور جس سے عدالت اور اس کے انصاف کی توہین ہوئی ہے۔ جن حالات میں یہ مضمون سپرد قلم ہوا۔ اور جو امور اس میں بیان ہوئے۔ ان کی تشریح و توضیح کے لئے متذکرہ صدر اطلاعنامہ کے جواب میں مصرحہ تحت بیان پیش کرتا ہوں۔

KHILAFAT LIBRARY.

کچھ عرصہ ہوا۔ ایک شخص مسمی راجپال نے ایک کتاب "رنگیلا رسول" کے نام سے شایع کی۔ اس کتاب کی ضبطی حکومت کی طرف سے عمل میں آئی۔ اور راجپال کو زیر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مجرم قرار دیا گیا۔ راجپال نے عدالت ماتحت اور عدالت سشن کے فیصلہ کے خلاف عدالت عالیہ میں نظر ثانی کے لئے درخواست جو ۴ مئی ۲۷؁ء کو مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کی عدالت میں بغرض سماعت پیش ہوئی۔ آنریبل جج نے نتیجہ اخذ کیا کہ یہ کتاب پیغمبر اسلام (علیہ الصلوۃ و السلام) کی سیرت کی عناد آمیز اور اہانت خیز ہجو ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی آنریبل جج نے یہ رائے بھی قایم کی ہے۔ کہ ایسی ہجو کی اشاعت پر دفعہ ۱۵۳ الف اطلاق پذیر نہیں ہو سکتی۔ اور اس بنار پر انہوں نے کتاب کے ناشر راجپال کو بری کر دیا اس وقت مجھے اس کتاب کے مضامین پر شرح و بسط سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور میں یہ کہنے پر کفایت کرتا ہوں کہ کتاب کی نوعیت اور اس کے مضامین کی نرم سے نرم تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ جو آنریبل جج نے کی ہے یعنی کہ یہ پیغمبر اسلام کی عناد آمیز اور اہانت خیز ہجو ہے۔

اطاعت رسول کا جذبہ ہی وہ چیز ہے۔ جس سے عزیز تر اور کوئی چیز مسلمانوں کے نزدیک نہیں ہے۔ اور مسلمان کسی حیثیت سے بھی ہو وہ اپنے محبوب پیغمبر کی ذات پر یا آنحضرت کی سیرت پر کسی قسم کا حملہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس جذبہ کو الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہے۔ اور کوئی غیر مسلم اس امر کا کما حقہٗ اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ کہ یہ جذبہ کتنا عمیق ہے۔ اور کس حد تک یہ ہر مسلمان کے دل میں جاری و ساری ہے۔ اسی وجہ سے "رنگیلا رسول" کی اشاعت سے ہر مسلمان کے دل پر وحشت اور مایوسی چھا گئی۔ لیکن مسلمانوں میں جو اس کتاب کی اشاعت سے غصہ کی لہر دوڑی۔ اسے انہوں نے ضبط کرایا۔ اور اپنے دلوں کو اس طرح ڈھارس دی۔ کہ جو شخص بھی کتاب کی اشاعت کا ذمہ دار ہے اسے قانونی شکنجہ میں کھینچکر مناسب سزا دی جائے گی۔ مگر جسٹس دلیپ سنگھ کے اس فیصلہ نے مسلمانوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور اس وسیع و عریض ملک میں رہنے والے کروڑوں مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کو سخت صدمہ پہنچا۔ بظاہر اس فیصلہ کی بنیاد اس خیال پر ہے۔ کہ اس ملک میں کسی مذہب کے بانی خلاف سخت سے سخت توہین آمیز حملہ ہر قسم کی گرفت کے خوف سے آزاد ہو کر کیا جا سکتا ہے کیونکہ ملک کے قانون مروجہ میں کوئی دفعہ ایسی نہیں جو اس جرم پر عائد ہو سکے۔

ساتھ ہی اس فیصلہ کے پڑھنے سے یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ صورت حالات ایک ایسے ملک میں اس بیسویں صدی میں رونما ہو۔ جس کے خداوندان حکومت کے اپنی رعایا کے ہر فرقہ و ہر طبقہ کے مذہبی جذبات کے تحفظ کے کامل دعویدار ہوں

میں قانون دان نہیں ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے الفاظ کو سمجھنے کے لئے کسی خاص قانونی قابلیت کی ضرورت نہیں مجھے اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ "رنگیلا رسول" کے مصنف کا مدعا سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ حضور آقائے دوجہاں صلعم کی ذات اقدس کے خلاف نہایت توہین آمیز الفاظ لکھے۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا اور ملک معظم کی رعایا کے مختلف فرقوں کے درمیان عناد و منافرت پھیلانا مقصود تھا۔ اس لئے یقیناً "رنگیلا رسول" جیسی کتاب پر دفعہ ۱۵۳ الف عائد ہوتی ہے۔ میری اس رائے کو عدالت عالیہ الہ آباد کے جج مسٹر جسٹس دلال کے مندرجہ ذیل فیصلہ سے تقویت پہنچتی ہے۔ جو ان کی عدالت سے ایک ایسی ہی کتاب "وچیتر جیون" کے مصنف کالی چرن کے مقدمہ میں صادر ہوا۔

"سائل کے وکیل نے عدالت عالیہ لاہور کے ایک آنریبل جج کے فیصلہ کی نقل پیش کی جو ایک ایسی ہی کتاب رنگیلا رسول کے متعلق ان کی عدالت سے صادر ہوا ہے باوجودیکہ عدالت عالیہ پنجاب کے فاضل جج کا احترام میرے دل میں بھی موجود ہے۔ مجھے ان کے اس خیال سے اتفاق نہیں۔ کہ جس کتاب سے مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ اس ملک معظم کی رعایا کے مختلف فرقوں کے درمیان نفرت و عناد پھیلنے کا احتمال نہیں۔

میں خود اس معاملہ کو ایک جج کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک معمولی شہری کے زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہوں میں اس کتاب پر اس پہلو پر نظر ڈالتا ہوں۔ کہ میں مسلمان ہوتا۔ اور میرے دل میں پیغمبر اسلام کی وہی وقعت ہوتی جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ تو اس شخص کے متعلق میرے دل میں کس قسم کے جذبات موجزن ہوتے جس نے ہندو پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر پیغمبر اسلام (صلعم) کو نشانہ تضحیک بنایا۔ ان حالات میں میرے دل میں نہ صرف کتاب کے مصنف کی نسبت جذبات نفرت و حقارت پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ اس تمام جماعت سے مجھے نفرت ہو جاتی جس سے مصنف کا تعلق ہوتا۔ اور جس نے مصنف کو ایسی کتاب لکھنے کا حوصلہ دلایا۔ اس لئے مجھے اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ جو کتاب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ (اور جس کے تفصیلی حالات میں فیصلہ میں اس لئے درج نہیں کرتا۔ کہ یہ طریق ان خیالات کی مزید اشاعت کا ذریعہ ہوگا۔ جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں،) اس سے یقیناً ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت و عداوت پھیلے گی"

اس بنار پر میرا یہی خیال تھا۔ اور اب بھی ہے کہ "رنگیلا رسول" کے بارے میں مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کا فیصلہ سرتاسر غلط ہے۔ اور دفعہ ۱۵۳ (الف) تعزیرات ہند کے بالکل خلاف ہے۔

ہم آجتک یہی سنتے آئے ہیں کہ قانون کے مفہوم کا نام انصاف ہے۔ اور جب قانون ہمیں یہ بتاتا ہو

KHILAFAT LIBRARY

کہ کتاب رنگیلا رسول کے ناشر نے دفعہ ۱۵۳ (الف) تعزیرات ہند کے ماتحت میں ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اور آنریبل مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ ہمیں یہ بتائیں کہ اس شخص نے کوئی جرم نہیں کیا۔ تو مجھے یہ حق حاصل ہے۔ کہ میں مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کو غیر منصفانہ کہوں۔ کیونکہ وہ قانون کے منشا کے خلاف ہے۔ میری یہ رائے صحیح ہو یا غلط لیکن میں اپنی رائے پر قایم ہوں۔ اور اس کے اظہار کا حق مجھے ہے۔ خواہ آنریبل جج کا فیصلہ قانون کے مطابق ہے۔ یا اس کے خلاف اس کا یہ اثر تو ظاہر ہے۔ کہ اس سے رنگیلا رسول جیسی کتابیں لکھنے والوں کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ وہ کسی سزا کے مستوجب قرار نہیں دیئے جا سکتے اور یہی خیال ہے۔ جو اور کئی اسی قسم کی کتابوں کی اشاعت کا باعث ہوا ہے۔ اس کا ایک نہایت ہی دلخراش نتیجہ وہ حملہ ہے۔ جو اخبار پرتاب کی ۱۷ جون کی اشاعت میں ایک شذرہ کے دوران میں مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے اسی فیصلہ کا حوالہ دیتے ہوئے۔ پیغمبر اسلام کو "رنگیلا" کہکر کیا گیا ہے۔ یہ تو میں کہہ ہی چکا ہوں۔ کہ میرے خیال میں یہ فیصلہ خلاف قانون ہے۔ مگر جن خیالات کا اظہار میں نے سطور بالا میں کیا ہے۔ ان کی بنا پر میں اس فیصلہ کو نہ صرف غیر منصفانہ بلکہ اس کے نتائج اور عواقب کے لحاظ سے اسے غیر دانشمندانہ کہنے کو بھی تیار ہوں۔ اس خیال کا اظہار تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔ کہ چونکہ اس کے وجہ سے ایسے اشخاص کے خلاف جو بقید حیات موجود نہیں اور جن کو ہندوستان کے لاکھوں کروڑوں انسان حد درجہ کی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں توہین آمیز کتابوں کے شایع ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے یہ فیصلہ نقض امن کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس کا نہایت ہی منحوس نتیجہ ہے۔ اس لئے میں یہ کہنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔ کہ ایسا فیصلہ کرنے میں جس سے اس قسم کے امکانات و احتمالات پیدا ہو گئے ہیں۔ آنریبل جج نے اس ذمہ داری کے احساس سے معرا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ جس کی توقع ہمیں عدالت عالیہ کے ہر ایک جج سے ہے

میں اس سے قبل بیان کر چکا ہوں۔ کہ عدالت عالیہ الہ آباد کے جج مسٹر دلال نے جنہیں اس عہدہ جلیلہ کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کی بہ نسبت بہت زیادہ وقت گذرا ہے۔ اس معاملہ میں مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے ساتھ کلی اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ اس کی بنا پر مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ نے ناتجربہ کاری کا ثبوت دیا ہے۔ پس اگر یہ فیصلہ قانون کے خلاف ہے۔ یا بلحاظ اس کے نتائج کے غیر دانشمندانہ ہے۔ اور ذمہ داری اور تجربہ کاری کے فقدان پر دلالت کرتا ہے۔ تو مجھے یہ کہنے کا بھی حق حاصل ہے۔ کہ ایسا فیصلہ کرنے میں آنریبل جج نے اس قابلیت کا ثبوت نہیں دیا۔ جس سے یہ خیال عوام کے دلوں میں جاگزیں ہو سکے کہ آنریبل جج اس عہدہ جلیلہ کے فرائض کی بجا آوری کی اہلیت رکھتے ہیں۔

اگر قانون کی غلط تاویل کرنے سے آنریبل جج نے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کے آدمی کے لئے انبیائے اولوالعزم مثلاً حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسےٰؑ اور حضرت محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین پر حملہ کرنے کی راہ کھولدی ہے اور ہر شخص کو یہ جرات دلادی ہے۔ کہ سزا کے خوف کے بغیر ہر قسم کے شرمناک حملے ایسی شخصیتوں پر کرے گا۔ تو گویا آنریبل جج نے ملک میں نہایت خوفناک صورت حالات پیدا کر دی ہے جس سے یقیناً فتنے پیدا ہوں گے۔ اور خود عدالت عالیہ ایک مصیبت میں گرفتار ہو جائے گی۔ از روئے ایمان میرا یہ عقیدہ ہے۔ کہ آنریبل جج کے فیصلہ کا یہی نتیجہ ہو گا۔ اور اس لئے آنریبل جج کا فرض ہے کہ وہ عدالت عالیہ کی ججی سے مستعفی ہو جائیں۔ تاکہ ان کے فیصلہ کے حوصلہ فرسا اثرات ذرا ہلکے ہو جائیں۔ اسی لئے میں نے از راہ ایمانداری آنریبل جج کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ان کے لئے موجودہ حالات میں بہترین طریق کار یہی ہے کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ جن خیالات کی بنا پر میں نے ایسا کیا وہ صحیح ہوں یا غلط۔ لیکن میں اس عدالت کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں انہیں اب تک صحیح خیال کرتا ہوں۔

میں نے سطور بالا میں بصراحت بیان کر دیا ہے کہ آنریبل جج مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ نے کس قسم کے حالات میں رنگیلا رسول کا فیصلہ کیا۔ اور اس سے اسلامی آبادی کے جذبات پر کیا اثر ہوا۔ میں عدالت عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس فیصلہ سے مجھے ہی حیرت و استعجاب نہیں ہوا بلکہ میرے یہ الفاظ تمام مسلمانوں کی آواز ہیں۔ کہ ہم خود اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ نے کس طرح اس عجیب وغریب اعلان کی ذمہ داری اپنے سر لینی گوارا کی کہ "رنگیلا رسول" جیسی توہین آمیز کتابیں دفعہ ۱۵۳ الف کی زد سے باہر ہیں۔ ہم نے ہر چند کوشش کی۔ کہ قانون کی جو تعبیر اس فیصلہ میں کی گئی ہے۔ اسے سننے اور صحیح ماننے کے لئے ہمارے دل و دماغ تیار ہوں۔ مگر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ زبردست سے زبردست استدلال بھی ہمیں اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ کہ ہم قانون کی اس تاویل کو صحیح مان لیں۔ اس توحش اور پریشانی کے عالم میں میں نے اس امر کی تحریک کرنا اپنا فرض خیال کیا۔ کہ ان حالات کی تحقیقات کی جائے۔ جن کے ماتحت یہ عجیب وغریب فیصلہ ہوا۔ اگر یہ فیصلہ اس نکتہ چینی کا مستحق ہے۔ جو میں نے سطور بالا میں کی ہے۔ تو یہ فیصلہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ اور جب اس قسم کی غلطی کسی اور محکمہ سے سرزد ہو تو نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کہ اس کے متعلق تحقیقات عمل میں آتی ہے۔ اس عدالت کا ہر جج ایک پبلک سرونٹ ہے۔ اور اس حیثیت میں اس کے ہر فعل پر ایسی نکتہ چینی کی جا سکتی ہے۔ جیسی کسی دوسرے ملازم سرکاری پر۔

یہ نکتہ چینی متجسسانہ سخت اور مخالفانہ بھی ہو سکتی ہے لیکن جب تک کسی خاص غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے اور واقعات و حالات پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ قرار دینا صحیح نہیں کہ نکتہ چینی جائز حدود سے متجاوز ہو گئی ہے۔

صحافت کو بھی ایسے ہی اہم اور مقدس فرائض سرانجام دینے پڑتے ہیں۔ جیسے کہ عدالت کو اور جیسے عدالت کے لئے بعض اوقات ناخوشگوار فرائض کی تکمیل لازمی اور لابدی ہے ایسے ہی صحافت کو بھی بعض اوقات ایسے فرائض سے سابقہ پڑتا ہے۔ جو بلحاظ نوعیت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ مگر ذمہ داری کا تقاضہ ہے کہ ایسے فرائض کو حوصلہ اور جرات سے

اور خوف کے بغیر ادا کیا جائے۔

مہذب ممالک میں ہر فرد کو سرکاری ملازم کے ان افعال پر نکتہ چینی کرنے کا حق ہے۔ جو بحیثیت سرکاری ملازم کے اس سے سرزد ہوئے ہوں۔ اور ملک کی سیاست کو نقصان پہنچائے بغیر اس نکتہ چینی پر ناجائز پابندیاں عائد نہیں کی جا سکتیں۔

جس مضمون بنا پر یہ تمام کارروائی عمل میں آئی ہے۔ اس کے لکھنے میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا۔ کہ مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ پر جائز نکتہ چینی کی ہے۔ اس نکتہ چینی کا تعلق صرف فیصلہ سے ہے۔ اور آنریبل جج کا ذکر صرف اسی حد تک ہے۔ جہاں تک کے فیصلہ کا تعلق ہے۔ اس میں آنریبل جج سے کوئی غلط بات منسوب نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کی ذات پر کوئی حملہ کیا گیا ہے۔

اس مضمون کی اشاعت کی تمام تر ذمہ واری میری ذات پر عائد ہوتی ہے۔ اور مسلم آوٹ لک کے طابع و ناشر کی ذمہ داری بالکل اصطلاحی رنگ میں ہے۔

خاتمہ پر میں اس ملک کے تمام مسلمانوں کی یہ آواز عدالت کے گوشگذار کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ بات نہایت ہی بے قاعدہ ہے۔ کہ یہ عدالت تو جس شخص کو چاہے۔ اپنی توہین کے الزام میں سزا دے دے۔ اور اس ذات والا صفات کی ہجو معاندانہ طور سے کی جائے۔ جس کا ادنیٰ خادم کہلانا اس عدالت کے بعض ارکان اپنے لئے ذریعہ افتخار سمجھتے ہیں۔ تو اس کے انسداد کے لئے اس عدالت کا قانونی ترکش بالکل خالی ثابت ہو۔

مولوی نور الحق صاحب طابع و ناشر مسلم آوٹ لک کا بیان

میرا بیان بھی وہی ہے۔ جو مدیر مسلم آوٹ لک نے عدالت میں پیش کیا ہے۔ اور میں اس پر کچھ اضافہ کرنا نہیں چاہتا ہوں۔

صرف چھ روپے میں:- آج دوست و دشمن معترف ہیں کہ نور کے پرانے فائل سکھوں اور آریوں میں تبلیغی مضامین کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہیں لہذا اوقات ایک ایک مضمون کے لئے ہزاروں صفحوں پر دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے فائل (۲ تا ۱۷، ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۶ء) جنکی مجموعی قیمت بارہ روپیہ ہے مگر چند روز تک صرف چھ روپیہ محصولڈاک علاوہ پتہ:- منیجر نور قادیان (پنجاب)

تیر بہدف لاثانی دوائیں

KHILAFAT LIBRARY

دنیا میں آنکھیں بڑی نعمت ہیں

اگر آپ کو اپنی پیاری آنکھوں کی کچھ بھی قدر ہے۔ جس کے بغیر دنیا اندھیر ہے۔ تو آپ کو آج سے ہی موتی سرمہ رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دینا چاہیئے۔ جو ککرے دھند غبار۔ ضعف بصر۔ جالا۔ پھولا۔ پانی بہنا۔ خارش۔ رتوندہ گوہانجنی۔ ناخونہ۔ ابتدائی موتیا بند غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی تولہ ۲ روپے دو دو روپے آٹھ آنہ

آپ کے سرمہ کی جتنی تعریف کیجائے کم ہے

جناب چودھری عنایت اللہ خان صاحب سارجنٹ آر۔ ایم ایس لدھیانہ سے لکھتے ہیں کہ مجھے ضعف بصر۔ اور سرخی آنکھ کی شکایت تھی۔ اس کے لئے آپ کا سرمہ نہایت ہی مفید ہوا جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ایک تولہ اور سرمہ جلد بذریعہ وی پی بھیجدیں۔

اکسیر البدن رجسٹرڈ

اگر آپ کی طبیعت پژمردہ چہرہ زرد یا کمر میں درد حافظہ کمزور کسی کام پر دل نہ لگتا۔ چلتے وقت دم چڑھ جاتا۔ پنڈلیوں میں درد سی محسوس ہوتی۔ ہاتھ پاؤں پھولتے قوت جواب دے چکی ہو تو آج سے ہی اکسیر البدن رجسٹرڈ کا استعمال شروع کر دیں۔ جو ناگہانی بیماریوں سے محفوظ رکھنے بھوک کھولنے۔ حافظ کو تیز کرنے۔ رنگ کو نکھارنے۔ دل و دماغ کو تقویت دینے۔ پٹھوں کو مضبوط بنانے۔ اور قبل از وقت بالوں کو سفید ہونے سے بچانے۔ خوشی و نشاط پیدا کرنے اعضائے رئیسہ اور شریفہ کی زائل شدہ قوت کو بحال رکھنے گری ہوئی جوانی کے قیام اور ضعیفی کی حفاظت چہرہ کو شگفتہ دماغ کو روشن اور جسم کو چست و چالاک بنانے گذشتہ امنگوں کو اور زائل شدہ آرزوں کو واپس لانے کے لئے یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ دل میں نئی امنگ اعضا میں نئی ترنگ اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ مختصر یہ کہ ہر قسم کی بدنی و دماغی کمزوری کے لئے

اکسیر اعظم ہے۔ غرضیکہ نامرد کو مرد اور مرد کو جوان مرد بنانا اسی دوا کا کام ہے۔ صرف وہی لوگ طلب کریں جو جائز طور پر حاجتمند ہوں ایک ماہ کی خوراک کی قیمت صرف ۵ (پانچروپیہ) محصولڈاک علاوہ

اکسیر معدہ

کمزور معدہ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں تو قریباً ہر اک معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ درد شکم۔ اپھارہ۔ بادگولہ۔ پیٹ کا گڑ گڑانا۔ بدہضمی کمی بھوک ترش ڈکاریں۔ قے۔ جی متلانا۔ ہیضہ جگر و تلی کا بڑھ جانا وغیرہ ہوتا ہے۔ اکسیر معدہ نہ صرف ان عوارض کو دور کرتی۔ بلکہ ہاضمہ کو تیز کرتی اور رنگ کو نکھارتی ہے اگر آپ کو کھانا خوب ہضم ہوتا ہے۔ اور وقت پر بھوک لگتی ہے۔ تو آپ کے لئے سادہ غذا بھی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر مرغن اور لذیذ غذائیں بھی محض وبال ہیں۔ اس لئے اگر آپ اپنے معدہ کو قوی بنا کر لطف زندگی سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو آج سے اکسیر معدہ کا استعمال شروع کر دیں قیمت ایک شیشی صرف دو روپے محصولڈاک علاوہ

موتی دانت پوڈر رجسٹرڈ

حکما، اور ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ گندہ منہ اور میلے دانت ہزارہا بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو مقدم و ضروری سمجھتے ہیں۔ تو آج سے ہی موتی دانت پوڈر کا استعمال شروع کر دیجئے۔ جو دانتوں کی کل بیماریوں کو دور کرتا انہیں فولاد کی طرح مضبوط بناتا۔ اور موتیوں کی طرح چمکاتا بدبو دہن کو دور کر کے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے گوشت خورہ دانتوں سے خون یا پیپ کا آنا۔ دانتوں پر میل جمنی یا ان کا زرد رنگ ہونا۔ اور منہ سے پانی آنا وغیرہ غرضیکہ جملہ امراض دندان کے لئے یہ موتی دانت پوڈر اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ

پتہ

منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب